مولانا سعید الحق جدون*

قرآن اور جدید طریقہ ہائے تدریس
تقابلی مطالعہ

قرآن مجید ایک جامع اور عالمگیر کتاب ہے ، انسان نے جس شعبے میں بھی اس سے رہنمائی طلب کی ہے، اس نے ہمیشہ اس کی دستگیری کی ہے اوراس کے بارے میں واضح اشارات دی ہیں ، شعبہ تعلیم کی اہمیت ایک مسلم حقیقت ہے، اس لئے قرآن نے اس شعبے کی حد سے بڑھ کر رہنمائی کی ہے اور تعلیم وتدریس کے اسالیب اور اصول وقواعد کو بیان فرمایا ہے، بیسوی صدی میں مغرب نے جدید طریقہ تدریس اورجدید رجحانات کے نام سے جو افکار اور نظریات سامنے لائے ہیں، قرآن چودہ سوسال پہلے انہیں اپنے مقدس صفحات پر پیش کر چکا ہے ۔ آج کے جدید دور میں مغربی دنیا نے جہاں مسلمانوں کے علمی تراث پر قبضہ کرکے اس کو اپنا کارنامہ قرار دیا ہے وہاں تعلیم کے میدان میں تعلیم وتدریس کے اصول وقواعد کے بارے میں مغربی مفکرین کا کہنا ہے، کہ ان اصول اور قواعد کا ایجاد ہمارا کارنامہ ہے، حالانکہ یہ ان کا کارنامہ نہیں ہے، اس کا تصور قرآن نے دیا ہے، اس موضوع پر ایم فل یا پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیق کرنا چاہیے، ذیل میں ان اسالیب تدریس کو ذکر کیا جاتا ہے، جن کے بارے میں مغربی مفکرینِ تعلیم کا دعوی ہے کہ یہ ہمارا تصور ہے اور اس کو ہم نے متعارف کیا، حالانکہ وہ مغرب کا نہیں بلکہ قرآن کریم کا کارنامہ ہے،ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں :

(1) ابتدائی طلبہ کو اسماسے پڑھانے کا تصور

مغربی ماہرینِ تعلیم کا کہنا ہے، کہ بچے کو تعلیم اسما (Nouns) سے شروع کرنا چاہیے، وہ کہتے ہیں، کہ یہ ہمارا تصور ہے ،[۱] حالانکہ قرآن نے آج سے صدیوں سال پہلے آدم علیہ السلام کے واقعہ کا تذکر کرتے ہوئے یہ تصور ان الفاظ میں پیش کیا ہے:وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا [۲]

* فاضل دارالعلوم حقانیہ، مدرس جامعہ رحمۃ للعالمین منگل چائی ،ٹوپی صوابی

قرآن سے یہ پتہ چلتا ہے ، یہ مغربی مفکرین کا تصور نہیں ہے بلکہ قرآن کا تصور ہے،قرآنی تعلیمات کے مطابق آدم علیہ السلام ابتدائی طالب علم تھے اور اللہ تعالی نے ان کو تمام چیزوں کے اسما سکھائے،مختلف تفاسیر میں کئی چیزوں کے نام گنوائے ہیں،سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

علمه اسم كل شيء حتى البعير والبقرة والشاة (۳)

(2) مادری زبان میں تعلیم کا تصور

اسی طرح مغربی مفکرینِ تعلیم کہتے ہیں کہ بچے کو تعلیم اپنی مادری زبان میں دینی چاہیے، وہ اس کو اپنا ایجاد قرار دیتے ہیں،(۴) حالانکہ قرآن نے واضح الفاظ میں اس بات کی تصریح کی ہے،جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دینا مغربی مفکرین کا نظریہ نہیں بلکہ قرآن کا تصور ہے، ارشاد باری تعالی ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (۵)

(3) تدریس میں اسلوبِ تمثیل

جدید طریقہ تدریس میں تصویر کی اہمیت محتاج بیان نہیں ،ایک عرب ماہر تعلیم کا قول ہے کہ بعض اوقات ایک تصویر ہزار الفاظ سے بڑھ کر موثر ہوتی ہے (۶)،تمثیل بھی دراصل ایک لفظی تصویر ہے اور مجرد حقائق ذہن نشین کرانے میں جادو کا سا اثر رکھتی ہے، تدریس میں مثال دینے کا اسلوب نہایت موثر ہے اسلئے قرآن نے بھی کائنات کے مخفی حقائق لوگوں کے دل ودماغ میں اتارنے کیلئے اس اسلوب کو نہایت کثرت سے استعمال کیا ہے۔مثلا یہود کے علما جن کے پاس معلومات تو بہت زیادہ تھیں،لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتے تھے،قرآن نے کس قدر خوبصورت اور عمدہ تمثیل سے اس کی وضاحت کی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۶)

ان لوگوں کا حال جن پر تورات لا دی گئی پھر وہ اس کو اٹھا نہ سکے اس گدھے کی طرح ہے جو دفتروں کو اٹھائے ہوئے ہو۔ بری ہے اس قوم کی مثال جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتے۔

(4) تدریجی اسلوب

یہ وہ زبردست اصول ہے جو مشکل سے مشکل کام کو آسان بنادیتا ہے ہمارے اصول تعلیم میں اس کو آسان سے مشکل یا مجمل سے مفصل کی طرف اقدام کا نام دیا گیا ہے۔تعلیم وتربیت کیلئے قرآن کے اصولِ تدریج کی بہترین مثال حرمت شراب کا حکم ہے، جو تدریجی ہے۔سب سے پہلے جو حکم نازل ہوا وہ یہ

تھا کہ شراب فائدے کے نقصانات فوائد سے زیادہ ہیں، گویا شراب ایک ناپسندیدہ چیز قرار دیا گیا، کچھ عرصہ بعد دوسرا حکم نازل ہوا کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے، چنانچہ بہت سے سلیم الطبع حضرات اس سے کنارہ کش ہوگئے (۸) اور جب انسان عقلا وطبعا حرمت شراب کا حکم سننے اور قبول کرنے کیلئے تیار ہوگئے تو ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جو یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ان قرآنی حقائق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ طلبا کو تدریجی حیثیت سے تدریس کرنا چاہیے، آسان سے مشکل اور مجمل سے مفصل کی طرف آہستہ آہستہ گامزن ہونا تدریسی اصول ہے، یک دم مشکل مباحث شروع کرنا فائدے کے بجائے نقصان کا باعث بنتا ہے، اسلئے اس قرآنی طریقہ تدریس کو عملا نافذ کرنا چاہیے۔

(5) تدریس بذریعہ پریکٹیکل

قرآن کریم نے تدریس کے حوالے سے جن طریقوں کی نشاندہی کی ہے، ان میں سے ایک تجرباتی طریقہ کار ہے، تجربے کی بنیاد پر تدریس بہت زیادہ تاثیر کن ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۱۰)

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب، مجھ کو دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ اللہ نے کہا، کیا تم نے یقین نہیں کیا۔ ابراہیم نے کہا کیوں نہیں، مگر اس لئے کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔ فرمایا، تم چار پرندے لو اور ان کو اپنے سے ہلالو۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پہاڑی پر رکھ دو، پھر ان کو بلا۔ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ زبردست ہے، حکمت والا ہے۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابراہیم علیہ السلام کو جو تعلیم ہوئی وہ تجربے کی بنیاد پر حاصل ہوئی، ابراہیم علیہ السلام یہ پسند کرتے تھے کہ میں مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے پر عملی طور پر مطمئن ہو

جاؤں، حالانکہ ان کی علمِ یقین حاصل ہورہا تھا، نظر سے یقین ہوجانے کے بعد انسان عقلی اورقلبی طور پر ماننے کو تیار ہوتا ہے، لیکن ابراھیم علیہ السلام نے تجربے کا مطالبہ کیا، چنانچہ جب اللہ تعالی نے ان کو دکھایا تو وہ عملی طور پر مطمئن ہوئے۔اسی طرح قصہ ہابیل وقابیل میں بھی پریکٹکلی تدریس کو قرآن نے بیان کیا ہے،ارشاد باری تعالی ہے:

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۚ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ (۱۱)

قرآن نے یہ واقعہ پیش کر کے تعلیمی تجربات اور مشاہدات سے استفادہ کرنے کی ترغیب دی،اسی غرض سے سے دوکوئے بھیج دیئے، جس سے ہابیل نے تعلیم حاصل کر کے اپنے بھائی کی نعش کو دفن کیا،جس سے یہ بات واضح ہوئی کہ پریکٹیکل اور تجربے کی بنیاد پر پڑھانا ایک موثر طریق تدریس ہے۔ (۱۲)

(6) تدریس کا اسلوبِ تحسین

تحسین کے معنی ہیں کہ کام کو سراہنا اوراسے داد دینا۔استاد کو شاگرد کے کسی کام کرنے پر شاباش اورداد دینا انتہائی مفید ہے، چھوٹی سی داد اور تحسین پر مشتمل جملہ طالب علم کیلئے ایک متاع گراں سرمایہ ہوتا ہے۔ جدید تعلیمی نفسیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ اچھے کام یا درست جواب دینے پر طالب علم کو داد دینے سے نہ صرف یہ کہ اس میں اعتماد پیدا ہوتا ہے بلکہ آئندہ کیلئے اس میں لگن اور شوق پیدا ہوتا ہے۔دوسرے طلبا بھی اس حالت کو دیکھ کر مقام حاصل کرنے کیلئے محنت ومشقت شروع کر دیتے ہیں۔ (۱۳)

قرآن کریم نے بھی اسی اسلوب کی حوصلہ افزائی کی ہے، حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی، قرآن نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صدقِ نیت، وفاداری اور صبر واستقامت کو دیکھ کر نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی کی بلکہ ان کو داد بھی دی اوراللہ تعالی نے اس معاملہ میں ان کو ثابت قدمی بھی نصیب فرمائی (۱۴) ارشاد باری تعالی ہے:

لَقَدْ رَضِىَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِىْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (۱۵)

بے شک اللہ تعالی خوش ہوا ان مسلمانوں سے جب کہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے، درخت کے نیچے اوراللہ کو معلوم تھا جو ان کے دلوں میں تھا سو اللہ تعالی نے اس پر اطمینان نازل کردیا اوران کو ایک قریبی فتح بھی عطا کردی۔

(7) تشویقی طریقہ تدریس

تشویق کے معنی ہیں شوق پیدا کرنا، جدید طریقہ تعلیم میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ سبق پیش کرنے سے پہلے ایسا ماحول پیدا کیا جائے کہ طلبا میں نئی بات سننے اور اخذ کرنے کا شوق پیدا ہو، اس سے ان میں قبولیت کی استعداد کئی گنا ہو جاتی ہے، قرآن کریم اس اصول کی عملا رہنمائی کرتا ہے، وہ ہمیں جگہ جگہ اس اسلوب سے کام لیتا نظر آتا ہے مثلا اہل ایمان کو جہاد کا شوق دلانا مقصود ہے اس سلسلے میں کتاب اللہ کا انداز تشویق ملاحظہ ہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۶)

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی سوداگری بتادوں جو تمہیں عذاب دردناک سے بچالے، وہ یہ کہ تم لوگ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنا مال اور جان سے جہاد کرو۔

(8) طریقہ سوال وجواب

اسلام نے تعلیم کے صحیح منہج کو پیش کرتے ہوئے اس کے حصول کے طریقوں کی وضاحت کی ہے، ان میں سے ایک سوال وجواب کا طریقہ ہے۔ طالب علم کو سوال کرنے کا تصور قرآن نے پیش کیا ہے

فَسْئَلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۱۷)

یعنی تمہیں جس چیز کا علم نہ ہو وہ اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

تعلیم وتعلم میں جدید نظریات کے مطابق سوال جو اہمیت دیا گیا ہے وہ محتاج وضاحت نہیں۔ قرآن کریم نے بھی اسی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے مخاطبین کو سوالات کرنے کی ترغیب دیا ہے، اسی طرح قرآن مجید کے متعدد احکام سوالوں کے جواب میں نازل ہوئے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(۱) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ .... آپ سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(۲) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ .... آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(۳) يَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ .... آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(۴) يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ .... آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

قرآن کریم نے فضول اور لایعنی قسم کے سوالات کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے، یعنی جن سوالات کا

عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو،قرآن نے مسلمانوں کو ان سوالات سے روکا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ (۱۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تدریس میں اس طریقے کو استعمال کرتے تھے وہ اس طریقے کی ترویج کے لئے اپنے طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے،ان کی طلبہ کی علمی صلاحیت معلوم کرتے تھے، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، ابراہیم النخعی اورعلقمہ بھی اسی تدریس انداز کو استعمال فرماتے تھے (۱۹)مسلمان مفکرین تعلیم نے تدریس میں طریقہ سوال وجواب کی اطلاق کو مضبوط کرنے کی نہایت کوشش کی ہے، علی بن محمد الماوردیؒ نے تدریس میں سوال کو ''نصف علم'' قرار دیا ہے، (۲۰) بدرالدین بن جماعہؒ نے اساتذہ کو یہ دعوت دی ہے کہ جب وہ لیکچر سے فارغ ہو جائیں تو سوال وجواب کا سلسلہ شروع کرے (۲۱) ابن قیم الجوزیؒ نے تدریس میں سوال وجواب پر بہت زور دیا ہے اور یہ تاکید کی ہے کہ اکثر اوقات تعلیم وتعلم میں حیا حائل بن جاتی ہے جس کی وجہ سے طالب علم سوال نہیں کرتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے (۲۲)عبدالرحمٰن بن خلدونؒ نے مکالمہ اور سوال وجواب کے اسلوب پر تدریس کرنے کا اہتمام کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ طریقہ ہائے تدریس میں سب سے آسان طریقہ مکالماتی طریقہ تدریس ہے۔ (۲۳)

(9) قصہ گوئی

انسانی نفسیات کا خاصہ ہے کہ وہ دلچسپ حکایات،عبرت انگیز واقعات کی طرف بہت جلد راغب ہوجاتا ہے، یہ ایک مسلم حقیقت ہے اور حکما نے اس حقیقت کو مانا ہے بلکہ یہ حقیقت اللہ تعالی کی نگاہ سے کسی طرح اوجھل رہ سکتی ہے؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس اسلوب سے بھی خوب کام لیا ہے،اور انہی واقعات کو عبرت اور نصیحت کا ذریعہ قرار دیا ہے، بدر کا واقعہ ذکر کرنے کے بعد قرآن نے اس بات کی تصریح ان الفاظ میں کی ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۲۴)

اجتماعی اصلاح کیلئے قوم نوح،قوم ثمود،قوم عاد،قوم لوط،اصحاب الائکہ اور بنی اسرائیل کے عبرت انگریز واقعات بار بار ذکر کئے ہیں،اسی طرح یوسف علیہ السلام،اصحاب کہف،ذوالقرنین،حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کے علاوہ دیگر کئی انبیاء کے واقعات قرآن نے بطور نصیحت ذکر کی ہیں تاکہ پڑھنے والے اس سے عبرت حاصل کریں۔

قرآن کریم نے تدریس کے جتنے اسالیب بیان کی ہیں، ان میں سے ہر ایک اسلوب کے بے شمار فوائد ہیں،اس اسلوب کے فوائد میں سے ایک یہ ہے، کہ اس میں طلبہ پیریڈ میں دلچسپی سے کام کرتے

ہیں،اور تاریخی واقعات اور سبق آموز قصوں سے طلبا میں احساس بیدار ہوتی ہے۔

(10) حلِ اشکالات کا اسلوب

لیکچر کے دوران اشکالات کو حل کرنے کا اسلوب قرآن نے بیان کیا، مغربی مفکرینِ تعلیم نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ ہمارا ایجاد ہے، حالانکہ قرآن کو اس میں سبقت حاصل ہے، قصہ موسیٰ وخضر میں اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ سے اشکالات کا جواب ہے۔ لہٰذا اگر کہیں شاگردوں کو استاد کے بارے میں یا کسی مسئلے کے بارے میں اشکال ہو تو اس کو حل کرنا چاہئے [۲۵] اگر طالب علم کو کسی مسئلے میں اشکال ہو تو استاد سے پوچھنے میں نہ شرمائے بلکہ ادب کے ساتھ سوال کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے فرمایا:

نعم النساء نساء الأنصار لم یمنعهن الحیاء أن یتفقهن فی الدین [۲۶]

اللہ تعالیٰ انصار کی عورتوں پر رحم فرمائے کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں حیا ان کو نہیں روکتی۔

عموماً یہ تصور کیا جاتا ہے، کہ زیادہ پوچھنے والا نہیں جانتا ہے،اور جو لوگ پوچھتے نہیں، ان کے بارے لوگ کہتے ہیں، کہ یہ لوگ خبردار ہیں، شاعر نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے:

ولیس العمی طول السوال وانما تمام العمی طول السکوت [۲۷]

زیادہ پوچھنے والا اندھا نہیں ہوتا،اندھا تو وہ شخص ہے جو لمبا خاموش رہتا ہے

(11) تدریس کا اسلوبِ دعوت فکر وتدبر

تعلیم محض رٹا لگانے کا نام نہیں بلکہ تعلیم کا مطلب یہ ہے کہ متعلم کی سوچ اور فکر کی ایسی انداز میں تربیت کی جائے کہ وہ ذاتی تجربات سے کسی چیز کا تجزیہ کر سکے۔اور صحیح نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔قرآن کی تعلیمات میں بار بار تدبر اور تفکر کی دعوت ملتی ہے، کبھی کبھی تدبر فی القرآن مثلاً

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا [۲۸]

کیا یہ لوگ قرآن میں سوچ نہیں کرتے ہیں۔

کبھی تفکر فی الایات الکونیہ مثلاً

اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ مَا خَلَقَ اللّٰہُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ [۲۹]

ان جیسی آیتوں سے قرآن اپنے مخاطب کو تحقیق وتجسس پر ابھارتا ہے تاکہ وہ اندھی تقلید کے بجائے تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔

(12) تدریس میں اسلوبِ تکرار

علمی پختگی میں تکرار کی اہمیت واضح ہے،مشہور قول ہے الکلام إذا تکرر تقرّر [۳۰] جب کسی

بات کی تکرار بار بار ہوتی ہے تو وہ پختہ ہوجاتی ہے۔کند ذہن طالب علموں کیلئے تکرار کا طریقہ انتہائی مفید ہے اس لئے قرآن نے عملا یہ اصول اختیار کیا ہے۔آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ قرآن مجید میں سات بار مذکور ہے،اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بے شمار جگہوں پر مذکور ہے،خود قرآن کا بیان ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ [۳۱]

ہم نے اس قرآن میں (ہر قسم کے مضامین) طرح طرح بیان کیا،تا کہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں۔

(13) اسلوبِ مناقشہ

تدریس میں مباحثے اور مکالمے کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہا،حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ارشاد ہے رایت ملاحاۃ الرجال تلقیحا لالبابھم [۳۲]میری رائے ہے کہ آدمیوں کا باہمی مباحثہ ان کی عقلوں کی بارآوری کا ذریعہ ہے،مباحثے Discussionsاور مکالمے ومذاکرے تعلیم تدریس کا لازمی حصہ ہے اس کے بغیر اہل علم میں اجتہاد اور تفقہ کا ملکہ اور خود سوچنے اور غور کرنے کی عادت کا پیدا ہونا مشکل ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طریقے کی تابعداری کی [۳۳]،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ [۳۴]

خلاصہ

قرآن کریم سے جو طرق تدریس(Teaching Methods) ثابت ہوتے ہیں ان میں چند پر روشنی ڈالی گئی اگر تمام طرق تدریس پر تحقیق کی جائے اور ان کو لکھا جائے تو ایک مستقل کتاب بنے گی،اس لئے اختصار کی خاطر ان چند طریقوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ان جیسے دیگر قرآنی اسالیبِ تدریس کو آج کے دور میں جدید طرق تدریس (New Teaching methods) کا نام دیا جاتا ہے۔مغرب کا دعویٰ ہے کہ یہ اسالیب ہم نے ایجاد کئے ہیں اور یہ ہمارا کارنامہ ہے حالانکہ قرآن کریم نے کئی قرن پیشتر انہیں اپنے مقدس صفحات پر پیش کر چکا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ بیسوی صدی میں مغرب نے جدید رجحانات کے نام پر جو افکار ونظریات سامنے لایا ہے اگر ان پر ریسرچ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن نے چودہ سو سال قبل یہ حقائق پیش کی ہیں اس لئے اس سلسلے میں قرآن کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔

حواشی

(1) Learning strats from the first day, Jennie lindon, page:2, British Association Education Babies

(۲) البقرۃ :31

(۳) (تفسیر الطبری، محمد بن جریر الطبری، مؤسسة الرسالة، ط:الاولی ۲۰۰۰ م ج۱،ص۴۸۳)

(٤) Early Education, British Association for Early childhood Education,p20

(٥) ابراهیم 4

(٦) منهج التربية الإسلامية ، محمد بن قطب بن إبراهيم، دار الشروق،ط: 16،ج:1،ص: 235

(۷) الجمعة :5

(۸) تفسیر الطبری،محمد بن جریر الطبری (المتوفى: 310ه)، مؤسسة الرسالة، ط: الأولى، 2000م، ج:10،ص: 566

(۹) المائدة:90 (۱۰) البقرة: 260 (۱۱) المائده: 30،31

(۱۲) مناهج التربية أسسها وتطبيقاتها ,علی أحمد مدكور،دار الفكر العربی1421ھ ،ص:345

(۱۳) Islamic system of education, S,M Shahid, majeed book Lahore2011, page: 321

(١٤) تفسیر الطبری، محمد بن جریر الطبری(المتوفى: 310ھ،مؤسس الرسالة، ط: الولى، 2000م، ج:22،ص: 228

(١٥) الفتح:18 (١٦) الصف:10- 11 (۱۷) النحل: 43

(۱۸) المائدة :101

(۱۹) ابن عبد البر: جامع بيان العلم وفضله: 140-1/139، تحقيق: عبد الرحمن محمد عثمان، الطبع الثانی.

(۲۰) ماجد عرسان الكيلانی: تطور مفهوم النظرية التربوية السلامية؛ الطبع الثالث: ص: 4-1س، ن

(۲۱) بدر الدين ابن جماعه: تذكرة السامع والمتكلم فی آداب العالم والمتعلم: ص:199-197،

(۲۲) ابن قيم الجوزية: العلم فضله وشرفه؛ ص:.228

(۲۳) عبد الرحمن ابن خلدون: مقدمه ابن خلدون؛ ص:431

(٢٤) آل عمران13

(۲۵) عمادالدین ابی الفدا اسماعیل بن کثیر ، تفسیر ابن کثیر ج/ ٤ ص ۸۹۔ دارالفکر مصر سن طباعت نامعلوم

(٢٦) ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمة ،صحیح ابن خزیمة باب باب غسل المرأة من الجنابة، رقم الحديث: 248

(۲۷) ابن جماعه الکنانی،تذكرةالسامع والمتكلم فی ادب العالم والمتعلم، ص:۸۵، بیت العلم کراچی۲۰۰٤

(۲۸) محمد 24 (۲۹) الروم 8

(۳۰) الموسوعة القرآنية، ابراهيم بن اسماعيل الأبياری ، مؤسسة سجل العرب،الطبعة: 1405ه (236 /2)

(۳۱) السرا : ۸۹

(۳۲) یوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر،جامع بيان العلم وفضله، ج:2،ص:108،مطبعه الموسوعات العربيه،1320ھ

(۳۳) تربية القرآن يا ولدی ، محمود محمد غريب مطبعة الشعب ،بغداد،ط: الاولى 980م (ص: 58) مناهج التربية سسها وتطبيقاتها ,علی احمد مدكور ,دار الفكر العربی1421ه ،ص:341

(٣٤) النحل: 125